تعارف وتبصرہ:

مستشرقین اور انگریزی تراجمِ قرآن
[پروفیسر عبدالرحیم قدوائی کے مضامین]

سفیر اختر *

پروفیسر اختر الواسع (مرتب)، البلاغ پبلی کیشنز، این-1، ابوالفضل اینکلیو، نئی دہلی، ۱۲۸ صفحات، مجلّد مع گرد پوش، ۱۲۰ ہندوستانی روپے

> انگریزی میں تراجمِ قرآن کی روایت صرف ایک علمی سرگرمی کا نام نہیں، بلکہ یہ صدیوں کو محیط بین المذہبی مکالمے اور مناظرے، تقابلِ ادیان، ثقافتی تاریخ اور دورِ حاضر میں اسلام کی دعوت اور احیاء کی مظہر ہے۔ (ص ۱۱)

مذکورہ پس منظر میں پروفیسر عبدالرحیم قدوائی، گذشتہ ۳۰ برس سے قرآن مجید کے انگریزی تراجم کے بارے میں وقتاً فوقتاً انگریزی اور اُردو میں لکھتے رہے ہیں۔ انگریزی تراجم قرآن کے بارے میں اُن کی چار اور سیرت طیبہ پر مستشرقین کی تصانیف پر اُن کی ایک تحریر کو جناب اختر الواسع نے بایں ترتیب زیرِنظر کتاب میں یک جا کیا ہے:

۱۔قرآن مجید کے انگریزی تراجم: ایک تنقیدی جائزہ (صفحات ۱۱-۷۸)

۲۔قرآن مجید کے بارے میں مستشرقین کا علمی تعاقب (صفحات ۷۹-۸۶)

۳۔ ایک مستشرق [تامس کلیری] کا خوش گوار انگریزی ترجمۂ قرآن مجید (صفحات ۸۷-۹۴) ۴۔ انگریزی تراجمِ قرآن مجید: جدید رجحانات کے تناظر میں (صفحات ۹۵-۱۰۶) ۵۔سیرتِ طیبہ پر مستشرقین کی تصانیف (صفحات ۱۱۳-۱۲۲)

'انگریزی تراجم قرآن مجید: جدید رجحانات کے تناظر میں' کے ساتھ تراجمِ قرآن کی ایک فہرست بھی دی گئی ہے، نیز انگریزی تراجم اور مترجمین کے حوالے سے الگ سے ایک اہم منتخب کتابیات بھی فراہم کی گئی ہے، جس میں ترجمۂ قرآن کے جواز اور ترجمے میں پیش آمدہ مسائل، ۲۰۰۷ء تک انگریزی تراجمِ قرآن کی اہم کتبِ کتابیات کی فہرست، اور انگریزی تراجمِ قرآن اور مترجمین کے بارے میں تنقیدی کتب و مقالات کی نشان دہی کی گئی ہے۔

---

* مدیر ششماہی ''نقطہ نظر''، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، پاکستان۔

مغربی دُنیا نے تاریخِ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں دین اسلام کی حیرت انگیز سرعتِ اشاعت کو اپنے لیے ایک چیلنج سمجھا اور اس سے پہلے کہ اسلام کا پیغام اُن کی دہلیز تک پہنچے، مسیحی مذہبی رہ نماؤں نے حفظِ ماتقدم کے طور پر، مذہبی، نسلی اور سیاسی تعصّبات سے کام لیتے ہوئے اسلام کو اپنے عوام کے سامنے اِس طرح پیش کیا کہ اہلِ مغرب کے لیے اِس میں کوئی کشش نہ رہے۔ مذہبی قیادت کے استعمال کے لیے، کافی بحث مباحثہ کے بعد، قرآن مجید کا ۱۱۴۳ء میں لاطینی ترجمہ کیا گیا جو پہلی بار باسل (سوئز رلینڈ) سے ۱۵۴۳ء میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔ اِس کے بعد مختلف مغربی زبانوں میں تراجمِ قرآن ہوئے۔ ابتدائی مترجمین کلیسیا سے وابستہ تھے، اور اسلام کے بارے میں شدید تعصّبات کا شکار تھے، چنانچہ اُن کے تراجم، قرآن کی تعلیمات کو مسخ کرکے پیش کرتے رہے، اور جب بیسویں صدی میں عالمِ اسلام، اور بالخصوص برعظیم پاکستان و ہند میں انگریزی ترجمۂ قرآن کی ضرورت محسوس کی گئی، اور بعض اہلِ علم نے کمر ہمت باندھی تو وہ اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے، اور برعظیم سے جو پہلے تراجم سامنے آئے، وہ متنبّی قادیان مرزا غلام احمد قادیانی (م ۱۹۰۸ء) کے مریدوں کی کاوش تھے۔ ان میں سے جو انگریزی جاننے والے قارئین تک پہنچے، وہ مترجمین کے اسلامی ناموں، اور ان کی طرف سے اسلامیت کے ادعا کے سبب مسلمان اہلِ علم کی کاوش سمجھے گئے، مگر حقیقت میں وہ عقلیت زدہ ذہنوں اور مرزا کی جھوٹی نبوت پر ایمان رکھنے والوں کے ترجمان تھے۔ پہلی بار انگریز نومسلم مارماڈیوک پکتھال (م ۱۹۳۶ء) نے جمہور مسلمانوں کے عقیدے اور فہمِ قرآن کے مطابق ترجمہ کیا، اور پھر مسیحی مناظرانہ ترجموں کے پہلو بہ پہلو راسخ العقیدہ مسلمانوں کے تصورات کے تحت تراجم سامنے آنے لگے، اور یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ تیز تر ہوتا جارہا ہے۔ پروفیسر قدوائی کے اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۰۰ء میں صرف تین تراجمِ قرآن تھے، اور ۲۰۱۳ء کے اواخر میں اِن کی تعداد ۹۷ ہوگئی تھی۔ یہ قرآن مجید کے کامل اور مطبوعہ تراجم کی تعداد ہے۔ نامکمل مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تراجم، نیز مختلف سورتوں یا قرآن مجید کے موضوعاتی انتخابات کے تراجم اِن کے علاوہ ہیں۔

پروفیسر قدوائی نے انگریزی تراجم کے تنقیدی جائزے میں مستشرقین، قادیانی مترجمین، اوّلیں اور ممتاز مسلم مترجمین کی کاوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ اِسی طرح شیعہ اہلِ قلم کی کاوشوں کا الگ عنوان سے جائزہ لیا ہے۔ مسلمان مترجمین کے زاویہ ہائے نظر پر گفتگو کرکے اُن کی خوبیوں اور خامیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ قادیانی تراجم کے حوالے سے پروفیسر صاحب نے بجا طور پر لکھا ہے:

> مستشرقین کے گمراہ کن تراجم کے علاوہ ایک دوسرا بڑا فتنہ قادیانی تراجم ہیں، بلکہ اوّل الذکر کے

بالمقابل یہ اس لحاظ سے مزید خطرناک اور پُرفریب ہیں کہ ان کے مترجم، ناشر وغیرہ کے نام مسلمانوں کے سے ہوتے ہیں۔--- قادیانی انگریزی تراجم میں انتہائی عیّاری سے ایک جانب بظاہر تمام عقائدِ اسلامی اور رسالتِ محمدی کا اثبات ملتا ہے اور دوسری جانب مرزا غلام احمد کے مسیح موعود یا نبی ہونے پر اصرار بھی۔ اپنے اِس باطل دعویٰ کی حمایت میں وہ قرآن مجید کے معنٰی اور مفہوم کو حد درجے مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ (صفحات ۲۳-۲۴)

مذکورہ صورتِ حال ہی کا نتیجہ ہے کہ پروفیسر صاحب نے ''مسلم تراجم'' کے ذیل میں پیر صلاح الدین کے ترجمے کا ذکر کیا ہے (ص ۶۰)۔ پیر صاحب قادیانی تھے، اور مرزا صاحب کے اخلاف کے ساتھ رشتوں ناتوں میں بندھے ہوئے تھے۔ پروفیسر صاحب نے ''قرآن مجید کے انگریزی تراجم: ایک تنقیدی جائزہ'' میں ایک پوری کتاب کے موضوع کو محض ۶۸ صفحات میں سمیٹا ہے۔

وقت کے ساتھ مسلمان مترجمین کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، اور اُن سارے ذہنی رجحانات کا ان تراجم میں عکس موجود ہے جو اُمتِ مسلمہ میں پائے جاتے ہیں۔ پروفیسر صاحب نے پوری غیر جانب داری کے ساتھ جمہور مسلمانوں کی تفہیمِ قرآن (بہ مطابق قرآن وسنت) کو اہمیت دیتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: ''زیادہ تر انگریزی تراجم غیر معیاری ہیں۔ مستشرقین اور قادیانی مترجمین کا کیا مذکور، مسلمان مترجمین کی تصانیف بھی فکری تسامحات، مسلکی عصبیت، تجدّد زدگی، قارئین کی ذہنی سطح سے اعراض، انگریزی زبان و بیان پر قادر نہ ہونا، عصری مسائل سے گریز، فقہی موشگافیوں سے غیر ضروری حد تک دلچسپی، عربی صرف ونحو کی نزاکتوں پر مفصل بحث، قارئین کی فکری رہنمائی سے اجتناب، سائنس اور تاریخ اور جغرافیہ سے نامناسب حد تک اشتغال وغیرہ جیسے اسقام اور معائب سے خالی نہیں'' (ص ۷۱)۔ اور — ''اِس تنقیدی جائزے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک معیاری انگریزی ترجمہ اب بھی درکار ہے۔'' (ص ۷۱) ۔ اِس متوقع ''معیاری ترجمے'' میں کیا خصائص ہونا چاہئیں، ان پر پروفیسر قدوائی نے چار صفحات (۷۱-۷۴) میں روشنی ڈالی ہے۔

دوسرے مقالے — قرآن مجید کے بارے میں مستشرقین کا علمی تعاقب — میں تحریکِ استشراق کے آغاز، بلکہ اِس سے پہلے یوحنا دمشقی (۶۷۶ - ۷۴۹ء) کی مناظرانہ تحریروں سے لے کر حالیہ صدی کے مائیکل کک، پیٹرشیا کرون اور اینڈریو رپن کی قرآن کے بارے میں تحریروں اور تراجمِ قرآن کے بارے میں اٹھائے ہوئے اعتراضات، نیز متنِ قرآن کے بارے میں پیدا کردہ خلجان کے حوالے سے دو مسلم مصنفین کی کاوشوں، پروفیسر محمد مہر علی (م ۲۰۰۷ء)

کی The Quran and the Orientalists (ناروچ، یو-کے:۲۰۰۴ء) اور پروفیسر محمد مصطفی اعظمی کی The History of the Quranic Text: From Revelation to Compilation (لیسٹر، یو-کے: اسلامک اکیڈمی،۲۰۰۳ء) کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔اُن کے بقول:

ان دونوں فاضل مسلمان اہلِ قلم نے جا بجا مستشرقین کے حوالے اور اقتباسات نقل کیے ہیں۔ان کی تصانیف جامع کتابیات سے مزین ہیں۔انہوں نے اپنے دلائل شستہ اور رواں انگریزی محاورۂ بیان میں پیش کیے ہیں۔اِس سے قبل بھی توفیق الٰہی سے بعض مسلمان اہلِ قلم مثلاً عبداللطیف طباوی اور محمد خلیفہ وغیرہ نے مستشرقین کے فتنے کی تردید کی تھی،لیکن مستشرقین کے مالہ و ما علیہ پر پروفیسر الاعظمی اور پروفیسر مہر علی کی مذکورہ بالا تصانیف گویا حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہیں۔(ص ۸۵)

تیسرے مقالے — ایک مستشرق کا خوشگوار انگریزی ترجمۂ قرآن مجید (۱۹۹۳ء) -- میں امریکی مستشرق ٹامس کلیری (Thomas Cleary) کی تالیف The Essential Koran — The Heart of Islam: An Introductory Selection of Readings from the Quran (1993) کا تعارف ہے۔ ٹامس کلیری نے قرآن مجید کی منتخب آیات اور اِن کی تشریح کے ساتھ پورے قرآن کا ترجمہ The Quran: A New Translation (2004) بھی کیا ہے۔ بالفاظ پروفیسر صاحب اول الذکر The Essential Koran اگرچہ ''مکمل ترجمۂ قرآن مجید نہیں ہے،لیکن اِس تصنیف کی اصل اہمیت اس میں شامل تفسیری حواشی کی بنا پر ہے۔اس کے حواشی ہی مصنف کے قرآن مجید کے تئیں قابلِ ستایش طرزِ فکر کے عکاس ہیں۔کلیری کا مکمل ترجمۂ قرآن مجید اس باعث زیادہ لائق توجہ نہیں کہ حواشی سے عاری ہونے کے باعث اس کے مصنف کے ذہن اور قرآن مجید سے متعلق اُس کے نقطۂ نظر کا حال کچھ کھلتا نہیں۔'' (ص ۸۸)

ٹامس کلیری نے قرآن مجید کو تورات و انجیل کی طرح کتابِ الٰہی تسلیم کیا ہے،اور اُس نے تفسیری حواشی میں قرآن مجید کی عظمت اور حقانیت پر زور دیا ہے۔قرآن مجید کی تعلیمات کے منصفانہ ابلاغ کے ساتھ ترجمے کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ مصنف نے اپنے مطالعۂ بدھ مت سے بھرپور کام لیا ہے اور قرآن اور بدھ مذہبی صحائف کے مابین مشترک نکات کو نمایاں کیا ہے۔پروفیسر قدوائی کے مطابق: ''مطالعۂ قرآن مجید کے باب میں یہ ایک گراں بہا اضافہ ہے، کیوں کہ ہمارے علماء اور قرآن مجید کے طالب علم بالعموم اِس مشترک میراث سے بے خبر ہیں'' (صفحات ۹۱-۹۲)، نیز ''صدیوں کو محیط استشراق کی تاریخ میں قرآن فہمی کی ایسی درخشاں مثال شاذ ہی ملتی ہے۔'' (ص ۹۴)

چوتھا مقالہ — انگریزی تراجمِ قرآن مجید: جدید رجحانات کے تناظر میں — ''پروفیسر مجیب میموریل لیکچر'' کے طور پر لکھا گیا تھا۔ اِس کے اور پہلے مقالے کے محتویات کا ایک حصہ باہم مشترک ہے۔ مقالے میں اختصار کے ساتھ مستشرقین اور قادیانی مترجمین کے علاوہ انگریزی تراجمِ قرآن کے فکری رجحانات کی بنیاد پر ان کی زمرہ بندی کی گئی ہے۔ متقدمین اور عہدِ حاضر کے بعض مصنفین کی تفاسیر کے تراجم کے پہلو بہ پہلو مسلم اہلِ قلم، متجددین، مسلکی عصبیت کے حاملین اور قرآن مجید کو سائنس کے آئینے میں پڑھنے والوں نے اپنے مزعومہ خیالات کے لیے قرآنی پیغام کو من مانے معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک اور قابلِ گرفت رویہ سرقے اور علمی خیانت کا بھی سامنے آرہا ہے۔ معروف مترجمینِ قرآن کے تراجم میں معمولی حک و اضافہ کرکے نئے تراجم کے نام سے اُنھیں پیش کیا جارہا ہے۔ بعض تراجم اور بالخصوص عبداللہ یوسف علی کے ترجمے میں مترجم کی وفات کے بعد رد و بدل کرکے اسی کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ اِس طرزِ عمل میں بہت سے افراد کو افادیت دکھائی دیتی ہے، مگر بالفاظ پروفیسر صاحب:

''کسی مصنف کی اصل آراء کو مسخ کرکے پیش کرنا، اس مصنف کے حق میں ظلمِ عظیم ہے اور علمی روایت کے عین منافی ۔'' (ص ۱۰۴)

قرآن مجید کے ساتھ صاحبِ قرآن کی سیرتِ طیبہ کو بھی مستشرقین نے تختۂ مشق بنایا ہے۔ وقت کے ساتھ کھلم کھلا کردارکشی میں تو اب اکثر مستشرقین کو بھی کوئی افادیت نظر نہیں آتی، اور بعض اہلِ قلم نے اپنے پیش رووں کی جارحیت اور غلط بیانیوں پر گرفت بھی کی ہے، تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تعصب کا خاتمہ نہیں ہوا، اور اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتا، جب تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا پیغام بر نہ مان لیا جائے۔ جن مستشرقین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''کامیابیوں'' کا ذکر کرتے ہوئے اُن کے مقام و مرتبہ کو سراہا ہے، انہوں نے ایسے خیالات کا بھی اظہار کیا ہے جو بظاہر بلند مقام و مرتبہ کے منافی ہیں۔

مستشرقین کی ان کاوشوں کی متنوع خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود مسلم محققین کا ان سے آگاہ ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ اُن کے دانستہ یا نادانستہ پیش کردہ غلط خیالات کی تصحیح کرسکیں، اور اس جدید تعلیم یافتہ طبقے کی بھی رہ نمائی ہوسکے جو مغرب سے آنے والی ہر چیز کا خیر مقدم کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

فاضل مصنف پروفیسر قدوائی اپنے موضوع پر جس قدر گرفت رکھتے ہیں، اُس کے پیشِ نظر بحیثیتِ مجموعی مستند ہے اُن کا فرمایا ہوا، تاہم ایک دو مقامات پر اُن سے اختلاف کی گنجایش موجود ہے۔ اُنھوں نے محمد عبدالحکیم خاں کے ترجمۂ قرآن کا ذکر کیا ہے، اور ترجمے کے محتویات سے اُنھوں نے بجا طور اخذ کیا ہے کہ محمد عبدالحکیم خاں نے جب یہ ترجمہ

کیا تو وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار تھے، اور اپنے رہ نما کے افکار کی تائید کے لیے آیات کی تحریف سے بھی باز نہ آئے، تاہم خاں صاحب بعد میں مرزا صاحب کے چنگل سے نکل گئے، بلکہ مرزا صاحب کے مدّ مقابل کھڑے ہوگئے تھے۔ قدوائی صاحب نے محتاط انداز میں لکھا ہے: ''غیر مصدقہ روایات ملتی ہیں کہ اِس ترجمے کے کچھ عرصے کے بعد وہ [محمد عبدالحکیم خاں] قادیانیت سے تائب ہوگئے تھے۔'' (ص ۲۵)

عبدالحکیم خاں کے قادیانیت سے تائب ہونے کی روایت کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجایش نہیں۔ اُنھیں اِس بات کا احساس ہوا کہ جب مرزا صاحب اپنے آپ کو دینِ اسلام کا مبلغ قرار دیتے ہیں تو اُن کے پیروکاروں کے ہاں دینِ اسلام کی بنیادی تعلیمات، توحیدی خداوندی، اللہ تعالیٰ کی تحمید وتمجید، تصورِ آخرت اور اخلاق وکردار کی جانب توجہ دینے کے بجائے صرف اور صرف ایک مسئلے وفاتِ مسیح اور مسیح کے بارے میں پیش گوئیوں پر تمام زور خرچ کرنا درست نہیں، نیز اُن عامۃ المسلمین کو، جنھوں نے مرزا صاحب کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا، دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا درست نہیں۔ اِس ذہنی رجحان کے ساتھ اُنھوں نے مرزا صاحب کے ساتھ ایک مخلص پیروکار کے طور پر مئی ۱۹۰۶ء میں خط کتابت شروع کی، مگر پہلے خط پر ہی مرزا صاحب نے اُنھیں لکھا: ''خان صاحب! --- اس خط کے پڑھنے سے صرف یہی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے سلسلے سے خارج ہیں، بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ دین اسلام سے بھی منہ پھیر رہے ہیں۔'' عبدالحکیم خاں نے مرزا صاحب کو یاد دلایا: ''میں وہی عبدالحکیم ہوں جس کو آپ اوّل المومنین فرمایا کرتے تھے، جس کی نکتہ چینیوں کو آپ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور قبول فرمایا کرتے تھے، جس کے ذہن کو نہایت رسا اور فہم کو سلیم فرمایا کرتے تھے۔'' تاہم مرزا صاحب کی جانب سے تان اِس اعلان پر آکر ٹوٹی: ''یہ شخص اِس درجہ پر میرا دشمن معلوم ہوتا ہے جیسا کہ عمرو بن ہشام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور جان کا دشمن تھا، اِس لیے میں اپنی جماعت کو تنبیہ کرتا ہوں کہ اس سے بالکل قطع تعلق کرلیں۔ اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں، ورنہ ایسا شخص ہرگز میری جماعت سے نہیں ہوگا۔''

عبدالحکیم خاں نے مرزا صاحب سے اپنی خط کتابت، نیز مرزا صاحب کے اعلان کے بعد حکیم نورالدین کے ردّعمل پر اُن سے خط کتابت کو ایک رسالے ''الذکرالحکیم نمبر۴'' میں یک جا شائع کیا اور قادیانیت کے بارے میں اپنی بے اطمینانی کے اسباب پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد اُنھوں نے ایک دوسرا رسالہ ''المسیح الدجال'' کے عنوان سے لکھ کر قادیانیت سے اپنی علیحدگی کا اظہار کردیا۔ آخرالذکر رسالے میں اُنھوں نے واضح کیا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں، بلکہ المسیح الدجال ہیں۔ (عبدالحکیم خان کے مذکورہ دونوں رسائل، معمولی ادارتی تبدیلیوں کے ساتھ محمد بہاء الدین کی تالیف ''تحریکِ ختمِ نبوتؐ''، حصہ دہم (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۹ء) میں شامل ہیں۔

''مستشرقین اور انگریزی تراجمِ قرآن'' کی تحریریں مختلف اوقات میں، چوں کہ ایک ہی موضوع پر لکھی گئی ہیں، اس لیے ناگزیر تکرار موجود ہے، مگر ہر تحریر اپنے طور پر کامل ہے۔ ایران نژاد لالہٗ بختیار کا نام ایک دو جگہ لیلیٰ بختیار لکھ دیا گیا ہے (ص ۵۰، ص ۱۰۴)۔ ایک دوسرے مترجم قرآن عبدالمجید اولکھ (Auolakh) کا تلفظ ''اولاکھ'' کیا گیا ہے۔ (ص ۴۵)

علامہ اقبال کے ''جوابِ شکوہ'' کا مصرعہ — پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے — دوبارہ نقل کیا گیا ہے، (ص ۸۷، ص ۹۶)۔ علامہ نے امالہ کرتے ہوئے ''کعبے'' لکھا ہے اور صفحہ ۸۷ پر درست نقل ہوا ہے۔

پروفیسر اختر الواسع ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے پروفیسر قدوائی کی تحریریں یک جا کر کے اِس موضوع پر ایک وقیع مجموعہ پڑھنے کو فراہم کیا ہے، اِسی طرح ناشر نے بھی حسنِ ذوق کے ساتھ کتاب پیش کی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆